ابوسفیان تائب

السابق الایمان بالفارس سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
خاندانی حالات اور دینِ حق کی تلاش

دینِ حق کی جستجو، اس کے مطابق زندگی کی تشکیل اور اپنی عاقبت سنوارنے کی کوشش بلاشبہ ہر راست باز انسان کا نصب العین ہے۔ وہ دنیا کی دلفریبیوں پر فریفتہ ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے فکرِ آخرت اس کا مطمعِ نظر ہوتی ہے اور جب انسان اپنی عاقبت کو سنوار لے تو اس کی دنیا بھی از خود سنور جاتی ہے۔ **وذالک ھو الفوز العظیم** ایسے لوگ یقیناً قابل قدر ہیں۔ یہ لوگ عالم انسانیت کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں اور ظلمت کدۂ حیات میں روشنی کے مینار کا درجہ رکھتے ہیں۔ تاریخ انہیں ہمیشہ عزت و احترام سے یاد رکھے گی اور زمانہ انہیں کبھی نہ بھلا سکے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ بعض لوگوں نے تو تلاشِ حق میں بڑی کدوکاوش کی ہے۔ ان مردانِ حق کو جاں گسل مصائب اور زہر گداز حوادث سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس قافلے کے سالار اور اس گروہ کے سرخیل ہیں۔ انہوں نے راہِ حق کی تلاش میں جس قدر مصائب و شدائد برداشت کیے ہیں۔ اس نیلگوں آسماں کے نیچے شاید ہی کسی نے برداشت کیے ہوں۔ ان کا جذبہ صادق تھا اور شوق فراواں۔ اس لیے برسوں کی بادہ پیمائی بالآخر رنگ لائی۔ دکھ سہتے، رنج اٹھاتے اور غلامی کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے منزل مراد پر جا ہی پہنچے۔ گوہرِ مقصود ہاتھ آیا اور وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو گئے۔

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک کھاتے پیتے مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ مجوسیت کی تعلیم انہوں نے گھر پر ہی حاصل کی اور دیگر مذہبی کتب اور فارسی زبان و ادب کی تعلیم کے لیے باقاعدہ مکتب میں داخلہ لیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اپنے مذہب کی تعلیم کے حصول میں بڑی مستعدی دکھائی۔ مکتب سے واپس آتے اور آتش کدے کی خبرگیری میں لگ جاتے۔ یہاں تک کہ ان کا یہ انہماک اس قدر زیادہ ہو گیا کہ آتش کدہ ہی ان کی تمام تر توجہات کا مرکز قرار پایا۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے مجوسیت میں اس قدر کوشش اور جانفشانی سے کام لیا کہ بالآخر آتش کدے کا خادم خاص بن گیا اور آگ کو اس طرح روشن رکھتا تھا کہ پل بھر کے لیے بھی وہ نہ بجھنے پاتی تھی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کچھ زیادہ عمر کے ہوئے تو کائنات اور خالق کائنات کے بارے میں تحقیق و تجسس کا جذبہ ابھر آیا۔ ذاتی غور و فکر کے علاوہ اپنے اور دیگر مذاہب کے علماء سے تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ اس سلسلے میں انہیں متعدد عیسائی پادریوں اور راہبوں سے استفادے کا موقع ملا اور وہ ان سے بے حد متاثر ہوئے۔ رفتہ رفتہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر یہ حقیقت اجاگر ہوتی جا رہی تھی کہ مجوسیت روحانی معاملات اور مسائلِ حیات کے حل میں مکمل رہنمائی کرنے سے قاصر ہے اور یہ مقصد یقیناً کوئی الہامی مذہب ہی پورا کر سکتا ہے۔ چنانچہ بہتر مذہب کی طلب اور جستجو پیدا ہوئی۔

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے والد اصفہان کے شمال میں واقع شہر ''جیّ'' کے سردار اور اپنے علاقے کے بڑے جاگیردار تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی جاگیر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں میرا گزر عیسائیوں کے ایک گرجے پر ہوا۔ میرے کانوں میں ان کی آوازیں پڑیں۔ در حقیقت وہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں ان کے پاس جا کر انہیں نماز

پڑھتے دیکھنے لگا۔ ان کی نماز واقعی مجھے عجیب اور اچھی لگی اور میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ بخدا یقیناً یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔ میں اس روز عیسائیوں کے پاس ٹھہرا رہا حتیٰ کہ مجوسیت چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کر لیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنے بیٹے سے انتہائی محبت کے باوجود اس تبدیلی مذہب کو برداشت نہ کیا۔ انہیں ڈرایا، دھمکایا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گو میں پابندِ سلاسل تھا تاہم کسی نہ کسی طرح ایک شخص کے ذریعے نصرانیوں کو کہلا بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے خبر دینا۔ اتفاقاً انہی دنوں ان لوگوں کے پاس شام سے کچھ نصرانی تاجر آ نکلے اور گرجے والوں نے مجھے ان کی اطلاع دی۔ چنانچہ جب وہ تاجر شام واپس جانے لگے تو میں نے کسی طرح اپنے پاؤں سے بیڑیاں نکال لیں اور چھپتے چھپاتے ان سے جا ملا اور شام پہنچ کر گرجے کے سب سے بڑے پادری کی خدمت میں رہنے لگا اور کلیسا کی خدمت کرنے لگا۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دس سے کچھ اوپر استادوں کے ہاں ایک معلم سے دوسرے معلم کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ آخر کار عموریہ میں اقامت پذیر ہوئے اور ایک بزرگ راہب کی خدمت میں دل وجان سے مصروف ہو گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اس بزرگ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو میں نے انہیں کسی اور بزرگ کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے کہا تو فرمانے لگے کہ میرے خیال میں توعقیدۂ توحید کا ایک فرد بھی اب روئے زمین پر زندہ نہیں رہا کہ اس کے پاس جانے کی ہدایت کروں۔ البتہ ایک پیغمبر کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ وہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین وملت پر مبعوث ہوگا۔ ان کا ظہور سرزمین عرب سے ہوگا۔ پھر وہ ایسے مقام کی طرف ہجرت کرے گا جو دو حرّوں (سنگلاخ میدانوں) کے درمیان واقع ہوگا اور وہاں کھجور کے درخت ہیں۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ اس پیغمبر کی نبوت کی علامتیں واضح ہوں گی۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ نہیں کھائے گا اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے تو ان علاقوں میں چلے جاؤ اور ہدایت کا بہرۂ وافر پاؤ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنی داستان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس بزرگ کی رحلت کے بعد جب تک خدا نے چاہا میں عموریہ میں ٹھہرا رہا اور انتظار میں رہا کہ ملک عرب کی طرف جانے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ بالآخر قبیلہ کلب کے کچھ تاجروں کا گزر میرے پاس سے ہوا۔ میں نے ان سے التجا کی کہ میری بھیڑ بکریاں لے لو اور مجھے اپنے ساتھ اپنے ملک لے چلو۔ وہ مان گئے اور اپنے ساتھ مجھے بھی سوار کر لیا۔ جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے تو ان کی نیت میں فتور آ گیا۔ میری بھیڑ بکریاں تو لے ہی چکے تھے۔ مجھ پر مزید ستم یہ ڈھایا کہ ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر دیا۔

وادی القریٰ میں رہتے ہوئے کچھ عرصہ گزرا تھا کہ اتنے میں میرے یہودی آقا کا چچا زاد بھائی آیا۔ اس نے مجھے محنت سے کام کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب (مدینہ منورہ) لے آیا۔ میرا یہ آقا بھی یہودی تھا اور بنو قریظہ میں سے تھا۔

مدینہ منورہ میں آنے کے بعد میں نے اس شہر کو بغور دیکھا تو اپنے بزرگ کی بتائی ہوئی نشانیوں سے اچھی طرح پہچان لیا کہ واقعی یہی وہ شہر ہے کہ جو پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا دار الہجرت ہے۔ اب میرا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔ اسی اثناء میں پیغمبر اسلام ﷺ کی مکہ مکرمہ میں بعثت ہوئی اور وہ ایک عرصہ تک مکہ میں ٹھہرے رہے۔ میں چونکہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اس لیے مجھے آنحضرت ﷺ کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہ ہو سکا۔

ایک دن اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ میرے آقا کا چچازاد بھائی تیز قدم اٹھاتا ہوا ہماری طرف آیا اور بنی قبیلہ کی بد دعا دے کر کہنے لگا کہ وہ سارے قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہو رہے ہیں کہ جو آج مکہ سے آیا ہے۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ خدا کا پیغمبر ہے۔

یہ خبر سنتے ہی مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ میں نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ جب رات ہوئی تو میں کھانے کی کوئی چیز لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ قبا میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ چیز آپ کے لیے صدقہ کے طور پر لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرے خیال میں آپ لوگوں سے بڑھ کر کوئی حق دار نہیں ہے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کھانے کے لیے فرمایا لیکن خود کچھ نہیں کھایا۔ پس یہ دیکھ کر میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ ایک علامت تو پوری ہوگئی۔ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔

قبا میں ہفتہ عشرہ ٹھہرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے پھر کھانے کی چیز جمع کی اور اسے لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ اس لیے آپ کے اعزاز میں ہدیہ لایا ہوں۔ ازراہ کرم قبول فرمائیے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے خود بھی کھایا اور اپنے صحابہ کو بھی شریک فرمایا۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ دو نشانیاں تو پوری ہوگئیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کو مدینہ منورہ آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ حضرت کلثوم بن الہدم انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کی تدفین بقیع الفرقد میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد آپ پہلے مسلمان تھے۔ جن کے جنازے میں رحمتِ دوعالم ﷺ نے شرکت فرمائی۔ اسی تاریخی روز حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ خود بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنازے کی مشایعت سے فارغ ہو کر قبرستان بقیع میں تشریف فرما تھے۔ چاروں طرف صحابہ کرام پروانہ وار فدا ہو رہے تھے۔ میں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ پھر آپ کے گرد پھر کر مہر نبوت دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ آنحضور ﷺ کے جسم اطہر پر دو موٹی چادریں تھیں۔ حضور ﷺ میرا مقصد سمجھ گئے۔ چنانچہ آپ نے پشت مبارک سے چادر ایک طرف ہٹادی۔ اب میرے سامنے مہر مبارک جلوہ گر تھی۔ آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور مہر نبوت پر جھک کر عقیدت ومحبت سے بوسے دینے لگا۔ نہ جانے کب تک روتا رہا اور مہر مبارک کو بوسے دیتا رہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے متوجہ کیا اور سامنے آنے کے لیے فرمایا۔ میں حاضر ہوا۔ اپنی حدیثِ درد سنائی اور ہمیشہ کے لیے رسولِ رحمت ﷺ کی غلامی میں داخل ہوگیا۔

قیدِ غلامی سے آزادی:

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں مشہور قول ہے کہ میں دس سے زیادہ آقاؤں کی خدمت میں یکے بعد دیگرے رہا ہوں۔ اس دورِ غلامی میں انہیں بہت سی شدائد وتکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک روایت میں خود بیان کرتے ہیں کہ میں نخلستان کو پانی دینے کی خاطر کنویں کو اس طرح کھینچتا تھا۔ جس طرح اونٹ کھینچتا ہے۔ حتیٰ کہ میری پیٹھ اور سینہ پر اس مشقت کے سبب گٹے اور نشان پڑ گئے۔ لیکن حضرت سلمانؓ ان نامساعد حالات سے دل برداشتہ نہیں ہوئے۔ برابر صبر کرتے رہے۔ ان کی محنت بالآخر رنگ لائی اور وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ قبولِ اسلام کے موقع پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک یہودی کے غلام

تھے۔اسی غلامی کی وجہ سے وہ بدر واحد کے غزوات میں شریک نہ ہوسکے۔اس عرصہ کے دوران حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنے آقا سے مکاتبت کرلینے کا مشورہ دیا۔آقا کو کچھ رقم دے کر یا کوئی کام کردینے کی شرط پر آزاد ہونا مکاتبت کہلاتا ہے۔چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آقا سے فقیر کے مقام پر تین سو کھجور کے درخت لگانے،ان کی پرورش کرکے تیار کرنے اور چالیس اوقیہ چاندی ادا کرنے کی شرط پر مکاتبت کرلی۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔چنانچہ انہوں نے پودوں کے ذریعے مدد کی۔کوئی تیس،کوئی بیس،کوئی دس پودے لایا۔حتیٰ کہ میرے پاس تین سو پودے پورے ہوگئے۔اب رسولِ رحمت ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور جا کر گڑھے کھودو۔میں خود وہاں جا کر اپنے ہاتھوں سے پودے لگادوں گا۔گڑھے کھود کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اطلاع دی تو حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ہم ایک ایک پودے کو آپ ﷺ کے قریب لاتے اور آپ ﷺ اپنے دستِ مبارک سے اسے گڑھے میں رکھ دیتے۔اسی طرح سارے کے سارے پودے آپ ﷺ نے لگادیئے اور دعا بھی فرمائی۔وہ پودے بڑی سرعت کے ساتھ بڑھنے اور پروان چڑھنے لگے۔جیسا کہ وہ ساحل سمندر پر ہوں۔معمول کے مطابق ایسے پودے سات آٹھ سال کے بعد پھل دینے کے قابل ہوتے ہیں لیکن یہ پودے دستِ رسول ﷺ کی برکت سے اسی سال بارآور ہوگئے اور ان کا پھل کھانا نصیب ہوا۔(کنزالعمال) کھجوریں لگانے کی شرط تو میں نے پوری کردی۔اب مال کی ادائیگی مجھ پر باقی رہ گئی تھی۔اسی اثناء میں رسولِ پاک ﷺ کے پاس کسی معدن سے نکلا ہوا مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا۔آنحضرت ﷺ نے وہ سونا مجھے عطا فرمادیا۔پس میں نے وہ سونا لے لیا اور اسی سے چالیس اوقیہ چاندی کی قیمت پوری ہوگئی اور میں آزاد ہوگیا۔

فضائل ومناقب:

قبولِ اسلام اور آزادی کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ چاہتے تو مدینہ منورہ میں الگ مکان بنا کر رہ سکتے تھے اور اگر ایران اپنے وطن جانا پسند کرتے تو ایسا کرنا بھی ممکن تھا۔لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنے محبوب جن پر وہ دل وجاں سے فدا تھے۔ان سے تھوڑا سا دور رہنا بھی گوارا نہیں کیا۔ہمیشہ درِرسول ﷺ پر پڑے رہے اور جلوۂ محبوب سے فیض یاب ہوتے رہے۔حضور نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے اس پیارے صحابی سے حددرجہ محبت تھی اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنے گھرانے کا ایک فرد قرار دے دیا۔حضرت سلمانؓ اس لحاظ سے مہاجر تھے کہ انہوں نے حق وصداقت کی خاطر اپنا گھربار چھوڑا۔وطن سے ہجرت کرکے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔اسی طرح وہ بجاطور پر انصار کا ایک فرد ہونے کا شرف بھی رکھتے تھے۔کیونکہ وہ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور حضور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر ہدیہ پیش کرنے کی بھی سعادت حاصل کی تھی۔چنانچہ وہ مہاجرین اور انصار دونوں طبقوں میں یکساں طور پر مقبول تھے اور ہر طبقہ انہیں اپنے میں سے ہونے پر فخر کرتا تھا۔اس وجہ سے غزوۂ خندق میں خندق کی کھدائی کے موقع پر مہاجرین وانصار دونوں گروہوں نے رسولِ پاک ﷺ سے تقاضا کیا کہ سلمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گروہ میں شامل کیا جائے۔محدثین اور مؤرخین کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ طاقتور مرد تھے اور مضبوط جسم کے جفاکش انسان تھے۔مہاجروں کا کہنا تھا کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے ہیں۔اسی طرح انصار بضد تھے کہ وہ ان سے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا:**سلمان منا اھل البیت** (سلمان رضی اللہ عنہ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں) سلمان رضی اللہ عنہ کی خوش نصیبی کے کیا کہنے!خود رسولِ پاک ﷺ نے انہیں اپنے گھرانے

کا ایک فرد قرار دے دیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۴۔ص ۹۹، کنز العمال: ج ۲، ص ۱۷۶) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد عہدِ نبوی کے ہر غزوے میں شریک رہے اور بعد ازاں انہوں نے عراق وایران کی فتوحات میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ فنون حرب میں بھی ان کی خدمت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے خندق کھود کر دفاع کرنے کا طریقہ عربوں میں رواج دیا اور منجنیق سازی کی صنعت کو فروغ دے کر اہل عرب کو جدید طریقۂ جنگ سے متعارف کرایا۔ اہل ایران کے خلاف محاربات میں ان کے مفید مشورے اور جنگی تدبیریں عساکر اسلام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اہل فارس میں سے ایمان لانے میں سبقت حاصل کی۔ اس طرح وہ اپنے اہل وطن پر سبقت لے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس فضیلت کا تذکرہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سبقت لے جانے والے چار افراد ہیں۔ میں خود عربوں میں سے سبقت لے جانے والا ہوں۔ سلمان رضی اللہ عنہ فارس کے سابق ہیں۔ اسی طرح بلال رضی اللہ عنہ حبش کے سابق اور صہیب رضی اللہ عنہ روم کے سابق ہیں۔ (مستدرک حاکم۔ مجمع الزوائد۔ کنز العمال)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان رشتۂ مواخات استوار کیا تھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عویمر بہت بڑے عالم تھے۔ عہدِ نبوی کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی رات کو قیام (نوافل) اور جمعہ کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مشاہدے میں یہ بات آئی تو انہوں نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالدرداء کے زانو پر ہاتھ مار کر تین بار یہ فرمایا تھا:

عویمر! سلمان اعلم منک۔ اے عویمر! سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں۔ (طبقات ابن سعد۔ ج ۴۔ ص ۸۵)

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ایسے شخص کو دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہو کہ جس کا دل منور ہو چکا ہو تو اسے سلمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کر لینی چاہیے۔ (کنز العمال۔ ج ۶۔ ص ۱۷۶)

سیرت وکردار:

اسلامی نام: آپ کا مجوسی نام **مَـــابِــہ** تھا۔ مگر جب اسلام کے دامانِ رحمت میں آئے تو سلمان رضی اللہ عنہ نام پایا۔ یہ نام معنوی لحاظ سے بھی قابل توجہ ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانیؒ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سلمان کا لفظ سلامتی سے مشتق ہے اور مطلب یہ کہ سلمان ہر طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں سے محفوظ ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہو یہ مبارک نام واقعی اسم بامسمّٰی اور حسب حال ثابت ہوا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بڑی طویل عمر پائی لیکن امراض واسقام سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ قبولِ اسلام کے بعد وہ صرف ایک بار بیمار ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے تو سلمان رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسی دعا فرمائی کہ شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہو۔ آپ کے مقدس ہونٹوں پر یہ الفاظ تھے:

یاسلمان! شفی اللہ سقمک وغفر ذنبک وعافاک فی دینک و جسوک الٰہی مدۃ اجلک

ترجمہ: ''اے سلمان! اللہ تمہیں بیماری سے شفا عطا فرمائے۔ تمہاری لغزشوں کی بخشش کر دے اور تمہارے دین اور تمہارے جسم کو تا زیست عافیت نصیب فرمائے۔'' (کنز العمال۔ ج ۵۔ ص ۲۵)

نسبِ صفاتی:

آباؤاجداد پر فخر کرنا اور اپنے نسب پر اترانا عرب وعجم میں یکساں طور پر ایک غالب جذبہ رہا ہے لیکن حیرت ہے کہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ہم اس کی پرچھائیں تک نہیں پاتے۔ وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو اسلام سے اپنے تعلق کو اس قدر مضبوط اور استوار کرلیا کہ باقی سب رشتے ناتے ماند پڑ گئے۔ اسلام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہی ان کا حسب تھا اور یہی نسب۔ اسی کے لیے وہ جیتے تھے اور اسی کے لیے مرتے تھے۔ اسلام سے یہی عشق وجنوں ان کے لیے سرمایۂ سکوں رہا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فردِ واحد ہیں جن کی ولدیت کے خانے میں والد کے نام کی جگہ ہم اسلام لکھا ہوا پاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب ''اصابہ'' میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: ابوعبداللہ بن الاسلام۔ اسی طرح وہ اپنی دوسری کتاب ''تہذیب التھذیب'' میں اسی حقیقت کی نشاندہی **یقال له سلمان بن الاسلام** کے الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں۔ علامہ ابن اثیر جزریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: **انا سلمان بن الاسلام** (میں اسلام کا بیٹا سلمان ہوں) علامہ ابن البرؒ اسی امر کی توثیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے جب کبھی یہ دریافت کیا جاتا کہ آپ کس کے بیٹے ہیں تو ہمیشہ یہ فرمایا کرتے۔ **انا سلمان بن الاسلام من بنی آدم** یعنی ''میں اولادِ آدم میں سے ہوں اور فرزندِ اسلام ہوں۔'' (استیعاب۔ ج ۲۔ ص ۵۴) غالباً اسلام سے والہانہ وابستگی اور مخلصانہ شیفتگی کی یہی دلربا ادائیں تھیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے **سلمان منا اھل البیت** کا اعلان کر کے انہیں اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دے دیا۔ اس شرف پر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ جس قدر ناز کریں، بجا ہے۔

محبتِ الٰہی:

عرفانِ حق اور خداشناسی کی خاطر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے جس قدر جدوجہد کی اور اس راہ میں جتنی صعوبتیں برداشت کیں۔ شاید ہی کسی نے برداشت کی ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے آبائی مذہب مجوسیت میں دو بلکہ کئی خداؤں کا تصور تھا۔ ان کے نزدیک آگ مظہر الوہیت تھی اور معبود سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح ابلق گھوڑے ان لوگوں کے ہاں لائق پرستش تھے۔ کائنات پر غور کرنے کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو جب یہ احساس ہوا کہ خالق کائنات اور مدبر ارض وسماوات صرف ایک ہی ہوسکتا ہے تو موحد صادق نے اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں مجوسیت کو ترک کر دینا ضروری سمجھا کیونکہ یہ مذہب سراسر شرک پر مبنی تھا۔ اس لیے تلاشِ حق میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا جانے کتنے ماہ وسال مارے مارے پھرتے رہے۔ قریہ بہ قریہ، کوبہ کو، شہر بہ شہر آبلہ پائی اب ان کے لیے سامان راحت تھی اور بزرگوں کی خدمت وجۂ سعادت۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اگر طوق غلامی پہننا پڑا تو خندہ پیشانی سے پہن لیا۔ آرزو تھی تو بس یہی کہ خالق کائنات کی صحیح معرفت حاصل ہوجائے۔ برسوں کی تگ ودو کے بعد بالآخر کامیابی نے ان کے قدم چومے اور گوہر مقصود حاصل ہوا۔ منزل مراد پر پہنچنے کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی عشق الٰہی کی سرمستی میں گزار دی اور زندگی بھر وہ مرضات الٰہی کے حصول کے لیے مصروفِ عمل رہے۔ بلاشبہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا زہد فی الدنیا، فکرِ آخرت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہستیوں سے بے پناہ محبت اور مخلوق خدا کے لیے بے انتہا شفقت ورافت اسی عشق الٰہی کا کرشمہ تھا۔

محبتِ رسول ﷺ:

محبتِ رسول ﷺ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی کتابِ حیات کا عنوانِ جلی ہے۔ جب وہ تلاشِ حق میں سرگرداں تھے تو علماء نصاریٰ نے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے بارے میں انہیں بہت کچھ بتایا تھا کیونکہ قدیم الہامی کتابیں تحریف کے باوجود رسولِ رحمت ﷺ کی صفت وثنا اور ذکرِ جمیل سے خالی نہ تھیں۔ آپ ﷺ کے اوصاف سنتے ہی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا دل محبوبِ خدا کی

محبت کا اسیر ہو گیا۔ غلامی سے آزاد ہونے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے محبوب پیغمبر کی غلامی اختیار کر لی اور مولیٰ الرسول (رسول کا غلام) کہلانا اپنے لیے ہمیشہ باعثِ فخر سمجھا۔ جب تک رسولِ رحمت ﷺ اس دنیائے ناپائیدار میں رہے۔ آپ ﷺ کی خدمت گزاری حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا محبوب مشغلہ رہا۔ کسی بھی ایسے کام کو جو سنت کے خلاف ہوتا فوراً روک دیتے اور اپنے محبوب پیغمبر کے ارشادات سناتے۔ کبھی فرماتے مجھے میرے دوست ابوالقاسم نے یہ حکم دیا تھا۔ کبھی کہتے میرے محبوب نے مجھے اس بات کی تو نصیحت نہیں فرمائی تھی اور کسی وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے۔ اوصانی خلیلی۔ میرے خلیل نے مجھے یہ نصیحت فرمائی تھی اور فرمانِ رسول (ﷺ) کو بیان فرما دیتے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ تمہارا سب سامان زیست مسافر سوار کے زادِ راہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے اس نصیحت پر حرف بہ حرف عمل کیا اور پوری زندگی فقرِ محمدی میں بسر کر دی۔ گھر کا اثاثہ مختصر رکھا۔ اس کے باوجود جب دنیا سے رختِ سفر باندھنے کا وقت ہوا اور گھر کی چند چیزوں پر نگاہ پڑتی تو بے چین ہو جاتے۔ یہ بے چینی نگاہِ پیغمبر میں شرمسار ہونے کی وجہ سے تھی۔ حالانکہ ان کے دامن میں ایمان و عمل کا ایک نہایت شاندار ماضی ان کے اشک وخوں کی آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ پھر بھی بار بار اشکبار ہوتے تھے اور کہتے تھے: افسوس' اپنے محبوب سے کیے ہوئے وعدے کو پورا نہ کر سکا۔ اسی طرح روتے روتے اپنے محبوب کی باتیں کرتے کرتے اور عشق رسول (ﷺ) کی ادائیں دکھاتے دکھاتے اپنے محبوب سے جا ملے۔ دو جہاں سے بڑھ کر پیارا وہی محبوب جس کے فراق اور جدائی میں وہ ہمیشہ دل گرفتہ اور اشکبار رہے۔

محبت صحابہ و اہل بیت:

فرمانِ رسالت کے مطابق رسولِ پاک ﷺ کی ذات مبارک اہل ایمان کے لیے اپنے والدین اولاد اور تمام عزیز انسانوں حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر عزیز ہونی چاہیے۔ یہی ایمان کا تقاضا ہے۔ ذات نبوی سے محبت کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ رسولِ پاک ﷺ کے اہل و عیال، آل و اولاد سے بھی محبت و عقیدت ہو۔ مؤدتِ اہل بیت، منشاء قدرت، رضائے رسول ﷺ، علامتِ ایمان اور وسیلۂ نجات ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جس کا دل ان نفوسِ قدسیہ کا والا و شیدا ہے اور بد بخت ہے وہ جس کا دل اہل بیت رسول ﷺ کی محبت سے خالی ہے لیکن دو گروہ اس بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ نصیری، دروزی، رافضی وغیرہ جنہوں نے عقیدت میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ اہل بیت کو خدا بنا ڈالا اور دوسرا گروہ خوارج و نواصب کا ہے کہ جس نے اہل بیت سے عداوت کو اپنا شعار بنا لیا۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت و محبت بھی جزوِ ایمان ہے اور ان سے بغض موجب خسران ہے۔ شرفت صحابیت ایک نعمتِ عظمیٰ اور موہبتِ کبریٰ ہے۔ مبدأ فیض نے اپنی نگاہ انتخاب کے مطابق جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بطور خاص اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی مصاحبت کے لیے پیدا کیا اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ خاص استعداد رکھی کہ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے مخاطب اوّلین بن سکیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی ان کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ولایت کی جہاں پر انتہا ہے' وہاں سے صحابیت کی بلا شبہ ابتداء ہے۔ فرمانِ رسالت ﷺ کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مد برابر جَو اگر راہِ خدا میں خرچ کیے ہیں۔ بعد میں آنے والے اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دیں تو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس صدقے کے برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں حضرت شبلی علیہ الرحمتہ کا یہ قول بار بار نقل فرمایا ہے: **ما آمن برسول من لم یوقر اصحابہ**۔ یعنی جو شخص اصحابِ رسول کی عزت و احترام نہیں کرتا وہ شخص درحقیقت رسول اللہ ﷺ پر ایمان ہی

نہیں لایا۔سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کا دل اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت سے لبریز تھا۔آپ اہل بیت کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔جب تک حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینۃ الرسول میں رہے، اہل بیت کے ساتھ مقیم رہے اور ان کے لیے سراپا نیاز بن کر رہے اور جب کوفہ و مدائن میں جا بسے تو بھی محبت و عقیدت میں کوئی کمی نہ آنے پائی۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دل و جان سے چاہتے تھے، وہ مہاجر ہوں یا انصار۔سب کا برابر اکرام و احترام کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں یکساں مقبول تھے۔سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہم شیر و شکر رہیں اور اختلافات سے بچیں۔ہمیشہ ایسی باتوں کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رنجش پیدا ہو یا بدطینت لوگوں کو ان مبارک ہستیوں پر حرف گیری کا موقع ہاتھ آئے۔

عمرو بن ابی قرّہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہہ دیتے تھے جو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے میں ان لوگوں کے متعلق کبھی کہہ دی تھیں۔حالانکہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں ان سے خوش رہے تھے۔لوگوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ان باتوں کی تصدیق چاہی تو آپ نے فرمایا: بھائی حذیفہ رضی اللہ عنہ جو کچھ کہتے ہیں، وہی بہتر جانتے ہیں اور ساتھ ہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ ایسی باتیں دوسروں کو سنانے سے اختلاف و افتراق پیدا ہو سکتا ہے جو پسندیدہ بات ہرگز نہیں ہے۔بہتر یہی ہے کہ آپ ایسی باتیں کرنے سے اجتناب کریں ورنہ مجبوراً مجھے یہ بات امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو ضرور لکھنا پڑے گی۔

دعوت و ارشاد:

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔لیکن کارِ نبوت یعنی تبلیغ کا کام ہمیشہ جاری رہنا تھا۔اس غرض سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو بہترین تربیت دی اور انہیں دعوتِ اسلام دینے، پیغام حق پہنچانے، امر بالمعروف کرنے اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے مقرر فرمایا۔چنانچہ داعیٔ اعظم علیہ السلام کا ہر صحابی مطلع ہدایت کا ایک روشن ستارہ، سراپا تبلیغ اور پیکر رشد و ہدایت تھا۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو نعمتِ اسلام بڑی جد و جہد کے بعد میسر آئی تھی۔اس لیے زندگی بھر ان کی کوشش یہی رہی کہ دوسرے لوگوں کو اس نعمت سے بہرہ ور کیا جائے۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بن اسلام کی ذات گرامی اوصافِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی کہ آپ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کر لینا اور آپ کی صحبت میں چند لمحے گزار لینا برسوں کی درس و تدریس سے بڑھ کر تھا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کا انتخاب ہمیشہ لاجواب ہوا کرتا تھا۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو محاربات عراق و ایران کے دوران لشکرِ اسلام کا داعی مقرر کر دیا تھا اور انہوں نے ہمیشہ بڑی حکمت اور دردمندی کے ساتھ دعوتِ اسلام کا فریضہ ادا کیا۔مزید برآں مفتوحہ علاقوں میں فارسی نژاد ہونے کی بدولت انہوں نے نومسلموں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے میں بھی قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جہاں کہیں بھی ہوتے رشد و ہدایت کی مسند کو زینت دے رہے ہوتے۔چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں مناسب موقع پا کر لوگوں کو کبھی قرآنِ پاک کے احکام سناتے اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلاتے۔حتیٰ کہ سفر و حضر ہر حال میں پند و نصائح اور موعظت و حکمت کے موتی بکھیرتے جاتے

زہد و ورع اور سادگی:

دنیا کی دل فریبیوں پر فریفتہ نہ ہونا، حرص و آز سے بچنا اور ہمیشہ فکرِ آخرت کرنا زہد کہلاتا ہے۔ایک مومن دنیا میں

رہتا ضرور ہے اور اپنے معاشرتی تعلقات کو احسن طریقے سے برقرار رکھتا ہے لیکن اپنا دل دنیا میں نہیں لگاتا۔ اسے وہ ہمیشہ عارضی قیام گاہ سمجھتا ہے اور یہاں رہتے ہوئے دار البقاء کے لیے نیک اعمال کا زادِ راہ تیار کرتا ہے۔ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ زاہدانہ زندگی بسر کی۔ مختصر سا مکان بنوایا۔ مختصر ہی اثاث البیت رکھا۔ جو کچھ کمایا وہ راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ جب مدائن کے گورنر تھے تو ایک عبا میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس کا آدھا حصہ نیچے بچھایا کرتے تھے اور آدھے حصے سے بدن کو ڈھانپتے تھے۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ وہ ایک گودڑی پہنے ہوئے تھے جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

وفات:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت کے موقع پر مدائن میں ابوقرۃ الکندی کے بالا خانے پر صاحب فراش تھے پیٹ کی بیماری تھی۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق اس عارضہ سے مرنے والا شہادت کے ایک درجے پر فائز ہوتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لیے آئے اور وہ رو رہے تھے۔ دونوں اصحاب کہنے لگے: آپ کو کیا چیز رونے پر آمادہ کرتی ہے؟ فرمایا کہ وجہ اضطراب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ایک وعدہ لیا تھا۔ جسے ہم میں سے کسی نے یاد نہیں رکھا۔ وعدہ یہ تھا کہ تم میں ہر ایک کا دنیا کا سامان بس اتنا ہونا چاہیے، جتنا سوار کا سفر خرچ ہوتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء۔ ج ا۔ ص ۱۹۶) رجا بن حیوٰۃ کہتے ہیں کہ ان کے اصحاب واحباب نے وصیت کرنے کی درخواست کی تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے جس کسی سے ہو سکے تو اس حالت میں جان دے کہ وہ حج یا عمرے کے سفر میں ہو یا راہِ خدا میں شہادت حاصل کرے۔ یا پھر علوم قرآن کی تحصیل میں اپنی جان خدا کے سپرد کر دے۔ تم میں سے ہرگز ہرگز کوئی اس حالت میں نہ مرے کہ وہ فاجر ہو یا خیانت کرنے والا ہو۔

ملائکہ کا خیر مقدم:

الخزل حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ بقیرۃ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا تھے اور ایک بالا خانے پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس کے چار دروازے تھے۔ انہوں نے مجھے بلایا اور سارے دروازے کھول دینے کا حکم دیا اور فرمایا: آج میرے پاس کچھ زیارت کرنے والے آرہے ہیں۔ خدا جانے وہ کس دروازے سے داخل ہوں۔ اس لیے سب دروازے کھول دو۔ پھر کستوری منگوائی اور فرمایا کہ اسے چھوٹے برتن میں ڈال کر پانی میں حل کر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اب اسے میرے بستر کے ارد گرد چھڑک دو اور پھر نیچے اتر جاؤ اور کچھ دیر انتظار کرو۔ عنقریب تمہیں پتا چل جائے گا کہ کیا ہونے والا ہے۔ مزید بتاتی ہیں کہ تھوڑی دیر بعد میں اوپر آئی تو دیکھا کہ سرتاج سلمان رضی اللہ عنہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ ہونٹوں پر ملکوتی تبسم لیے ہوئے وہ بستر پر یوں پڑے تھے کہ جیسے آرام وسکون سے استراحت فرما رہے ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ علم وعمل کا یہ مہر تاباں سرزمین مدائن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ ج ۴۔ ص ۹۲)

☆☆☆